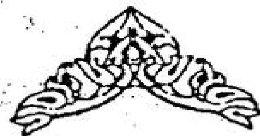
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

اسلام کا نظریۂ امامت



بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام کا نظریۂ امامت

اُمٌّ : "اِمام" اور "اُمّت" دونوں الفاظ کا مادّہ "اُمٌّ" ہے۔ "اُمٌّ" لفظ "اَبٌ" کا بالمقابل ہے۔ اُمٌّ کا مطلب ماں ہوتا ہے، پھر ہر اس چیز کو بھی اُمٌّ کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز کے وجود میں آنے یا اس کی اصلاح و تربیت کا سبب ہو یا اس کے ظاہر ہونے کی بنیاد بنے یا جو چیز دوسری متعلقہ چیزوں کا مرکز اور ان کے لئے جامع کی حیثیت رکھتی ہو چنانچہ اُمُّ الْکِتٰب لوحِ محفوظ کو کہا جاتا ہے، کیونکہ تمام علوم و کتبِ سماوی کا مرکز و منبع وہی ہے۔ اُمُّ القُرٰی مکہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ دنیا کی پیدائش اور آبادی کا آغاز وہیں سے ہوا اور سورۂ فاتحہ کو بھی اُمُّ الکتٰب کہا گیا ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کی ابتدائی صورت ہے، تمام علومِ قرآنی کی جامع ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کا منبع اور سرچشمہ ہے۔

اُمّت :- "اُمّت" ہر اس قوم اور جماعت کو کہتے ہیں جن کے درمیان کوئی دینی رشتہ قائم ہو، یا وہ کسی تہذیبی، تمدنی اور جغرافیائی لحاظ سے ایک جیسی ہو، پھر ان کا تعلق اختیاری ہو یا غیر اختیاری۔ اُمّت کی جمع "اُمَمٌ" ہے یعنی قومیں اور جماعتیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ (الانعام ۳۸)

زمین میں جتنے چوپائے ہیں اور دو بازوؤں سے اُڑنے والے جتنے پرند ہیں وہ سب تمہاری طرح اُمّتیں (جماعتیں اور قومیں) ہیں۔

اس آیت میں اُمَم سے حیوان اور پرندوں کی ہر وہ قسم مراد ہے جو اختیاری اور غیر اختیاری طور پر اپنی طبیعت، فطرت، مزاج اور خصلت کے مطابق ایک خاص طرز اور طریقہ کی زندگی بسر کرتی ہو مثلاً مکڑی جالا بنتی ہے، چیونٹی ذخیرہ اندوزی میں لگی رہتی ہے

اور چڑیا کبوتر وغیرہ وقتی غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔

الغرض، انسان کے علاوہ تمام قسم کے حیوانات غیر اختیاری طور پر اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی طریقہ کی زندگی بسر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اسی لئے وہ الگ الگ اُمتیں، جماعتیں اور قومیں ہیں۔

انسان کو اللہ تعالےٰ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی زندگی بسر کرے لیکن اُس کے لئے ایک خاص طریقہ بھی مقرر کر دیا ہے اور اسی طریقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم نافذ فرمایا ہے، تاکہ وہ بھی تمام حیوانات اور جانوروں کی طرح ایک امت اور جماعت سے منسلک رہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بالکل پسند نہیں کہ اس کی بہترین مخلوق غیر فطری طور پر اُمتوں اور جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے اور اس میں تمام حیوانوں کی سب سے اہم اور مشترکہ صفت کم ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ انسان نے اس صفت کو الٹا کراہت کی نظر سے دیکھا۔ پھر کیا ہوا؟

۲ كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً، فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ، وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ، فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ، وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(البقرہ - ۲۱۳)

(پہلے) سب لوگ ایک ہی امت (اور جماعت سے منسلک) تھے (اور ان میں کوئی تفرقہ اور فرقے نہیں تھے) پھر (جب انہوں نے دین میں اختلاف کیا اور الگ الگ امتیں اور جماعتیں بنا ڈالیں تو) اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر (پھر ان کو ایک امت اور جماعت بنانے کے لئے) بھیجا اور نبیوں کے ساتھ انصاف کرنے والی ایک کتاب (توریت) بھی نازل کی تاکہ وہ کتاب ان لوگوں کے درمیان (شریعت کی) ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف بھی محض آپس کی ضد میں آکر ان لوگوں نے کیا تھا

جن کو وہ کتاب دی گئی تھی اور ایسی حالت میں کیا تھا کہ ان کے پاس (دین کو سمجھنے کے لئے) کھلے (اور ناقابلِ تردید) دلائل پہنچ چکے تھے پھر جو لوگ ان دلائل پر ایمان لائے (ان دلائل کو عملاً مان لیا) تو اللہ نے ان کو اپنے حکم سے (ان شرعی معاملات میں) جن میں وہ اختلاف کررہے تھے، راستہ بتادیا (ہدایت دے دی)، اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کردیتا ہے (یعنی جو خلوصِ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوجاتا ہے تو اللہ اس کو سیدھا راستہ دکھادیتا ہے اور اس پر چلادیتا ہے)۔

پہلے سب لوگ ایک ہی دین اور فطری طریقے پر قائم تھے اس لئے ایک امّت اور جماعت بنے رہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ بھی جاری نہیں کیا تھا، لیکن جب وہ شریعت میں مختلف ہوئے اور فرقے فرقے بن گئے تو ایک اُمّت اور جماعت نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تفریق کو پسند نہیں کیا، اختلاف کو دور کرنے کے لئے نبیوں کا سلسلہ شروع کردیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہترین انسانی مخلوق میں اختلاف باقی رہے، اس لئے جیسے ہی اختلاف رونما ہوتا، اس کو دور کرنے کا انتظام فرمایا اور جب لوگ فرقوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم ہوجاتے تو انہیں پھر امّتِ واحد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ جس طرح وہ خود ایک ہے، اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ لوگ بھی ایک ہوں یعنی ایک ملّت پر قائم ہوں۔

لیکن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر توجّہ نہیں دی، تقویٰ کا دامن چھوڑ دیا، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی اپنی باتوں پر جم گئے، اختلاف ہونے کے بعد کھلے دلائل بھی انہیں ملے لیکن انہوں نے اس کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ انہیں تسلیم ہی نہیں کیا، بس اپنی اپنی غلطیوں اور اختلاف پر جمے رہے، اپنے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب اور مسالک کو چھوڑنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوا بلکہ فرقہ وارانہ مذاہب کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے، اسی کو حق مانا اور اسی میں مگن رہے۔ غرض یہ کہ انہوں نے دلائل کا اعتبار نہیں کیا بلکہ اپنی اپنی رائے کا اعتبار کرتے رہے۔ اگر دلائل کا اعتبار کرتے تو نہ کسی کی رائے رہتی اور نہ اختلاف۔ پھر وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تھا۔

پھر جو لوگ نبیوں پر ایمان لائے یعنی ان دلائل کو مان لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کا راستہ بتا دیا، ان کا آپس کا اختلاف ختم ہو گیا اور ظاہر ہے وہ ایک الگ امّت اور جماعت بن گئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

③ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (العنکبوت - ۶۹)

جو لوگ ہمارے (دین) میں آنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم ضرور انہیں اپنا راستہ بتا دیتے ہیں اور بے شک اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یعنی جو لوگ دینِ خالص کو قائم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کو ایسے ذرائع مہیا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ وہ صراطِ مستقیم کو پا لیتے ہیں اور اس پر چلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اس طرح ہر نبی کے مبعوث ہونے کے بعد ایک نئی اُمت اور جماعت وجود پذیر ہوتی اور اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا لیکن آگے جا کر پھر وہی ہوتا، لوگ فرقوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم ہو جاتے گویا کہ ان کو ایک اُمّت رہنا پسند نہیں تھا، حیوانوں کی مشترکہ صفت سے ان کو کراہت تھی۔

امام :- جس طرح "اُمّت" کا مادہ "اُمٌّ" ہے اسی طرح "اِمَام" کا مادہ بھی "اُمٌّ" ہے۔ امام کے معنی پیشواء اور رہ نماء کے ہوتے ہیں یعنی امام وہ ہے جس کے طریقہ کی اقتداء اور پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو، کوئی کتاب ہو یا کوئی اور چیز ہو، خواہ وہ برحق ہو یا باطل پر۔

جو قوم یا جماعت جس امام، پیشواء یا رہ نماء کے طریقہ کی اقتداء، پیروی یا تقلید کرے گی وہ اس امام کی امّت کہلائے گی۔ اُمٌّ کسی چیز کی اصل اور جڑ کو کہتے ہیں، امام اس کی امّت اور جماعت کی اصل اور جڑ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

① وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ

اور ہم نے ان سب (انبیاء) کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے

الْخَیْرٰتِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَآءَ الزَّکٰوۃِ وَکَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ○ (الانبیاء - ۷۳)

تھے، ہم نے ان کو نیک عمل کرنے کی وحی کی تھی اور صلوٰۃ (نماز) کو قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا (حکم بھی بھیجا تھا) وہ سب ہماری عبادت (اور فرمانبرداری) میں لگے ہوئے تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین کا واجب الاتباع امام بنایا تھا، گویا تمام انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام امام تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہ والصلوٰۃ والسلام ہی کو واجب الاتباع امام بناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

② وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ، قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا، قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ، قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ ○ (البقرہ - ۱۲۴)

اور جب ابراہیم کے رب نے چند باتوں میں ان کی آزمائش کی تو وہ ان سب میں پورے اترے۔ (پھر اللہ نے) فرمایا، (اے ابراہیم!) میں آپ کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ (ابراہیم نے) فرمایا اور میری اولاد میں سے (بھی امام بنانا۔ اللہ نے) فرمایا، (ہاں! بناؤں گا) لیکن میرے اس عہد کا اطلاق ظالموں پر نہیں ہوگا (یعنی میں ظالموں اور گنہ گاروں کو اپنے دین کا امام نہیں بناؤں گا)

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ دین کا امام اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے، یہ اسی کا حق ہے کہ جس کو چاہے اپنے دین کا امام بنائے، اسی لئے تو انہوں نے دعاء فرمائی کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنانا۔

اس آیت سے دو اہم باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ کسی کو دین کا امام بنالینا وہ انسانوں کا حق نہیں اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ جس کو دین کا امام بناتا ہے وہ معصوم بھی ہوتا ہے، ظالم اور گنہگار نہیں ہوتا۔ اس لئے دین کا امام وہی بن سکتا ہے جو معصوم ہو اور جو معصوم نہیں ہوگا وہ دین کا امام بھی نہیں ہوگا اور معصوم انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا دین کا امام صرف نبی ہی ہوسکتا ہے۔

۳ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا، وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○ (السجدہ - ۲۴)

اور ہم نے (بنی اسرائیل) میں سے امام (انبیاء) بھی بنائے تھے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے تھے، وہ (ہر تکلیف کو) برداشت کرتے تھے اور ہماری آیات (ہماری باتوں اور وعدوں) پر یقین رکھتے تھے۔

اس آیت میں انبیاء کی جگہ "ائمہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ انبیاء ہی دین کے امام ہوتے ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو سیدھا راستہ بتاتے ہیں۔ ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر حق الیقین رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۴ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ، فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ○ (بنی اسرائیل - ۷۱، ۷۲)

اس دن تمام انسانوں کو ان کے اماموں کے ساتھ پکارا جائے گا، پھر جن کا نامۂ اعمال ان کے سیدھے ہاتھوں میں دیا جائے گا تو وہ لوگ اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ لیں گے، پھر ان کی دھاگے کے برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی (ان کو ان کی ہر نیکی کا پورا پورا اجر ملے گا)۔ اور جو اس دنیا میں اندھا رہا (اپنے امام کو پہچان نہ سکا)، وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا اور (نجات کے) راستے سے بہت دور ہو گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے امام ہی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوں گے، اسی کی اطاعت و پیروی کرتے ہوں گے، اسی کے طریقے کو دین کی رہنمائی سمجھتے ہوں گے، انہیں کے دائیں ہاتھوں میں ان کے نامۂ اعمال دیئے جائیں گے۔ ان کے علاوہ سب دنیا اور آخرت کے اندھے ثابت ہوں گے، ان کی تمام نیکیاں برباد کر دی جائیں گی۔

ترجمہ کنزالایمان (احمد رضا خان بریلوی صاحب) کی تفسیر نور العرفان، ص۱۶۴ پر مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی نے مندرجہ بالا آیت کی اس طرح تاویل کی ہے، ملاحظہ فرمایئے، لکھتے ہیں: اس (آیت) سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی صالح کو اپنا امام بنا لینا چاہیئے، شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے، تاکہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو۔ اگر کوئی صالح امام نہ ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا۔ اس آیت میں تقلید اور بیعت، مریدی سب کا ثبوت ہے۔" (حوالہ مذکورہ بالا)

اس تاویل سے آیت کا مطلب یہ نکالا گیا کہ ہر صالح شخص امام ہوتا ہے، وہ یقینی طور پر جنتی ہے اور اللہ تعالیٰ اسکے مریدوں کے دائیں ہاتھوں ہی میں ان کے نامۂ اعمال دیگا گویا کہ تمام بیعت شدہ مرید بھی یقینی طور پر جنّت میں جائیں گے۔

کیا مذکورہ بالا آیت میں تقلید، بیعت اور مریدی، سب کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ملتا ہے تو ہر صالح شخص دین کا امام ہوگا۔ اس طرح کئی اُمتیں اور جماعتیں وجود میں آجائیں گی۔

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ جن لوگوں کی پیروی کی جائے گی ان کے حشر کا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

⑤ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○ وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ○

(البقرہ - ۱۶۷ - ۱۶۸)

(اور، اے لوگو، اس وقت کا تصوّر کرو) جب متبوع (جن کی پیروی کی جاتی تھی) اپنے تابعین سے بیزاری کا اظہار کریں گے (وہ ایسا وقت ہوگا کہ) سب عذاب کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ اس وقت (ان کے تابعین حسرت سے) کہیں گے: "ہم ایک مرتبہ پھر دنیا میں چلے جائیں تو ان سے اسی طرح اپنی بیزاری کا اظہار کرینگے جس طرح (آج) یہ ہم سے بیزار ہیں۔ (الغرض) اس

طرح اللہ ان کو ان کے اعمال حسرت زدہ بنا کر دکھائیگا، وہ دوزخ (میں ڈال دئے جائیں گے پھر اس میں) سے نکل نہیں سکیں گے۔

ان کا خود ساختہ امام ان کا ہاتھ پکڑنے سے انکار کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے کب امام بنایا تھا؟ وہ تو یہی کہے گا، میں نے تو اپنی امامت کا دعویٰ ہی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی پیروی کرنے والوں سے اپنی بیزاری کا اظہار کرے گا۔

یہ آیت عام ہے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کے علاوہ جس کسی کی پیروی، تقلید یا مریدی کی جائے گی، یہی حشر ہوگا۔ نامۂ اعمال انہیں لوگوں کے دائیں ہاتھوں میں دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے امام کی امت سے ثابت ہوں گے۔

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعویٰ ہے تو بس ان کی ایک ہی شرط ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص اطاعت اور پیروی کی جائے اور ان کی اطاعت اور پیروی میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ انہیں کو واجب الاتباع امام مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۶) يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝ (الاحزاب ۔ ۶۶ ۔ ۶۸)

جس روز ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے، "اے کاش! ہم اللہ کی اطاعت کرتے اور رسول کی اطاعت کرتے۔" اور وہ یہ بھی کہیں گے، "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کی اطاعت کی تھی، پھر انہوں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا تھا۔ اے ہمارے رب! آپ تو ان کے عذاب کو دگنا کر دیجے اور ان پر بہت بڑی لعنت کیجئے۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملے میں کسی سردار اور بزرگ پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک امت ہے

کئی اُمتوں اور جماعتوں میں نہ بٹتی، لیکن افسوس کہ یہ امت بھی یہود و نصاریٰ کی طرح بہت سے فرقوں میں بٹ گئی اور اب ہر فرقے کے امام الگ الگ ہیں بلکہ کئی کئی امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

⑦ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (توبہ - ۳۱)

اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا ربّ بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں (کسی کی عبادت کا) حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ ایک اِلٰہ کی عبادت کریں، اس کے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں (اسی کا حکم مانا جائے)، اللہ پاک ہے ان کے شرک سے جو وہ کر رہے ہیں۔

وہ شرک کیا تھا؟ اس کی تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ (بظاہر) تو اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب ان کے علماء اور مشائخ ان کے لئے کسی چیز کو حلال کر دیتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب وہ کسی چیز کو ان پر حرام کر دیتے تھے تو وہ اس کو حرام سمجھتے تھے۔" (رواہ الترمذی فی کتاب التفسیر و حسنہ)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب معروف معنوں میں تو اپنے علماء اور مشائخ کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن ان کی ہر بے سند بات کو دین اور شریعت سمجھتے تھے، دین کی باتوں میں ان پر اندھا اعتماد کرتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا ربّ بنا لیا ہے، ان کو تو صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا لیکن انہوں نے تو اپنے علماء و مشائخ کی عبادت بھی شروع کر دی ہے۔" یعنی ان کا حکم بھی ماننے ہیں اور ان کی ہر بات کو دین و شریعت سمجھتے ہیں۔ یہی وہ شرک ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی شریعت پاک ہے۔ شریعت ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اس لئے وہ علماء مشائخ کو اپنی شریعت میں شریک کرنے سے بھی پاک ہے۔

⑧ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ — اور جب عیسیٰ روشن دلائل لے کر آئے تو کہا

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○ (الزخرف - ۶۳)

کہ میں تمہارے پاس حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں اور اس لئے بھی (آیا ہوں) کہ (دین کی) جن بعض باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو وہ تم کو صاف صاف بیان کر دوں۔ (تم ان اختلاف کو ختم کر دو اور ایک اُمت بن جاؤ اور اس کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں وہ حکمت موجود ہے، جس کے ماتحت تمام اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔ اسی بات کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھ سے پہلے جس نبی کو بھی اللہ نے کسی اُمت میں مبعوث فرمایا تو اس امت میں (کچھ) اصحاب اور حواری ایسے ہوا کرتے تھے جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے احکام پر چلتے تھے، پھر بعد میں ایسے ناخلف لوگ پیدا ہو جاتے جو کہتے تھے وہ کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا (طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرتے تھے اور ان کو عبادت اور نیکی سمجھ کر کرتے تھے)، پس ایسے لوگوں سے جو شخص ہاتھ سے جہاد کرے وہ مؤمن ہے، جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے اور جو دل سے جہاد کرے (دل میں برا سمجھے) وہ بھی مؤمن ہے اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین میں ہر وہ کام بدعت ہے جس کا حکم نہیں دیا گیا اور بدعت ہی وہ عمل ہے جس سے ایمان بالکل ختم ہو جاتا ہے اور دعویٰ ہی دعویٰ باقی رہ جاتا ہے اور اسی لئے بدعتیوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو ان سے ہاتھ سے جہاد کرتا ہے اس کا ایمان اعلیٰ درجہ کا ہے اور جو محض دل سے برا سمجھتا ہے اس کا ایمان ادنیٰ درجہ کا ہے۔ ظاہر ہے وہ ان سے الگ ہی رہے گا اور جو ان کے ساتھ گھل مل گیا وہ ان کے جیسا ہی ہو گیا یعنی

اس کا ایمان رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خطبہ دینے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرماتے، پھر قیامت کا ذکر کرتے اور پھر اما بعد کہتے اور صحابہ کرام کو سب سے پہلی نصیحت یہ فرماتے۔

⑨ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَکُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَکُلَّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ	اس کے بعد، پھر بے شک بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین رہ نمائی محمد کی رہ نمائی ہے اور بدترین احکام (دین میں) نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کو آگ میں (جانا) ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجمعہ عن جابر $\frac{1}{۳۴۳}$)

اللہ تعالیٰ کا کلام بہترین نصیحت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے وسیلہ ہی سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت مل سکتی ہے اور قرآن مجید اور صحیح احادیث کے علاوہ تمام احکام، فتوے بدعت ہیں اور جو کسی اور کی رہ نمائی میں چلے گا اور اس کے حکم کو دین اور شریعت مانے گا تو وہ یقیناً شرک و بدعت ہے۔ ہاں! دنیوی امور میں امیر کی اطاعت لازمی ہے لیکن قرآن مجید اور صحیح احادیث کے خلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

⑩ وَمِنْ قَبْلِهٖ کِتٰبُ مُوْسٰۤی اِمَامًا وَّرَحْمَةً ، وَهٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰی لِلْمُحْسِنِیْنَ ○ (الاحقاف - ۱۲)	اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی (اور اب یہ کتاب قیامت تک کے لئے امام اور رحمت ہے جو کتاب موسیٰ کی امامت کی) تصدیق کرنے والی ہے (اور اب وہ اس کی امامت کو منسوخ کرتی ہے)، عربی زبان میں ہے تاکہ (اس کی امامت کی) حق تلفی کرنے والوں کو ڈرائے اور احسان کرنے والوں (یعنی جو لوگ اس کی امامت کو قائم کریں) ان کو خوشخبری سنائے۔

اس قرآن مجید سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب لوگوں کے لئے امام اور راہنما تھی لیکن اب قیامت تک کے لئے قرآن مجید امام اور راہ نما ہے مگر لوگ قرآن مجید کی جگہ اپنے علماء اور

اماموں کو اپنا رہنما مانتے ہیں اور انہیں کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں۔

قرآن مجید کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے کوئی امام بھی نہیں یعنی قرآن مجید بلاشریک امام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بلاشریک امام ہیں۔ امامت صرف قرآن مجید اور صحیح احادیث ہی کی ثابت ہوئی۔

ہر فرقہ اسکے خود ساختہ امام اور اس کی طرف منسوب کئے ہوئے فتووں کے پیچھے لگا ہوا ہے اور استقامت سے ہٹا ہوا ہے۔ کیا فتوے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں؟ کیا یہ شریعت سازی نہیں؟ شریعت سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

علماء کے متواتر اقوال کی بنا پر لوگوں نے جن کو اپنا امام بنالیا ہے اور ان میں سے ایک معین امام کی تقلید کو ایمان کی حد تک واجب سمجھتے ہیں، اس کی ان کے پاس کوئی سند یا سند کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اگر ہے تو پیش کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء ہیں یعنی اماموں کے امام ہیں، امام اعظم ہیں یعنی سب سے بڑے امام ہیں، مقام محمود انہیں کے لئے مخصوص ہے۔ پھر بھلا کوئی اور امام اعظم ہو سکتا ہے؟ سب سے بڑا امام کون ہے؟

الغرض، واجب الاتباع امام صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، کوئی غیر نبی واجب الاتباع امام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا حکم اور اس کی وحی نہیں آتی لہٰذا وہ کس طرح دین کی رہنمائی کر سکتا ہے؟

واجب الاتباع امام بنانا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان خود کسی کو اپنا واجب الاتباع امام نہیں بنا سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں شرکت ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے خود اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی اولاد میں سے کسی کو امام بنانے کی درخواست کرتے ہیں۔ اگر انسان خود کسی کو واجب الاتباع امام بنانے کا اختیار یا حق رکھتے ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام کو دعاء کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

واجب الاتباع امام انبیاء علیہم السلام ہی ہوتے ہیں جو معصوم ہوتے ہیں۔

اگر کسی نبی سے اجتہادی غلطی یا نادانستہ طور پر کوئی لغزش ہو جائے تو وہ اور بات ہے لیکن وہ دانستہ طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ ان کی نادانستہ لغزش بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے مطابق ہوتی ہے اور وہ ان کی امت کے لئے رحمت ہی ثابت ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فوراً ان کی اصلاح فرما دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امت کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ ان کی پیروی واجب ہوتی ہے اور ان کی پیروی ہی نجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس کے علاوہ نجات کی کوئی اور صورت نہیں۔

ہر امت کو اس کے امام کے ساتھ پکارا جائے گا اور جو دنیا میں اندھا رہے گا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ اے لوگو! عبرت حاصل کیجئے۔

اہلِ تشیع کا نظریۂ امامت

شیعوں کے نزدیک سب سے اہم مسئلہ امامت کا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کا تقرر بھی نبی کی طرح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے، اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ معصوم بھی ہوتا ہے، وہ جس چیز کو چاہے حلال یا حرام کر دے۔ جہاں اقلیت میں ہوتے ہیں وہاں تقیہ کرتے ہیں۔ یہ ان کا متواتر عقیدہ ہے۔

ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ امام ہوئے، جن میں سے گیارہ گزر چکے ہیں اور بارہویں امام غائب ہیں، وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے، ان کا لقب امام مہدیؒ ہوگا۔

امام مہدیؒ گیارہویں امام حسن عسکری کے بیٹے تھے، ان کا نام محمد تھا، جب ان کی عمر چار یا آٹھ سال کی تھی، وہ اپنے والد کے گھر ایک تہہ خانہ میں داخل ہوئے اور پھر لوٹ کر نہیں آئے۔ اسی لئے وہ امام غائب ہیں اور امامت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

ان کے ظہور سے قبل تک شیعہ علماء کو ان کی نیابت کا حق حاصل ہے۔ امام خمینی صاحب کے ذریعہ ایران میں جو انقلاب برپا ہوا، اس کی بنیاد یہی نظریہ ہے لہذا وہ شیعوں کے بارہویں امام مہدیؒ کے نائب اور قائم مقام تھے۔ ان کو بھی وہی مرتبہ

اور اختیارات حاصل تھے جو امام مہدیؑ کو حاصل ہوں گے یعنی وہ بھی امام مہدیؑ کی طرح واجب الاتباع امام تھے اور یہ سلسلہ ظہورِ مہدی تک چلتا رہے گا۔ یہ اہلِ تشیعہ کا متواتر عقیدہ ہے۔

شیعہ تمام اماموں کے ساتھ "علیہ السّلام" لگاتے ہیں، جیسے امام حسین علیہ السّلام، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک ان اماموں کا درجہ صحابہ کرام سے بھی بلند ہے۔

اسلامی نظریہ کے مطابق تمام انبیاء واجب الاتباع امام ہوتے ہیں اس لئے نبوّت کے ساتھ امامت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے واجب الاتباع امام ہیں اور اسی لئے ان کے بعد خلافتِ رسول قائم ہوئی اور مہدی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے نہ کہ اہل تشیعہ یا اہلِ سنّت کے امام کی طرح واجب الاتباع امام۔

اہلِ سنّت کا نظریہ امامت

سب سے پہلے اہلِ سنّت والجماعت کا ایک مسلّمہ فتوٰی پیش کیا جاتا ہے:۔

فتوٰی | تقلید یعنی دین کے چاروں اماموں میں سے کسی ایک کے طریقہ پر احکام شرعیہ بجالانا مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام حنبل کے طور پر نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا کسی ایک امام کی پیروی کرنا واجب ہے۔ اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔

تنبیہ | ان اماموں نے اپنی طرف سے کوئی مسئلہ گڑھا نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کا مطلب صاف صاف بیان کیا ہے جو عام آدمیوں بلکہ عام عالموں کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ لہٰذا ان اماموں کی پیروی دراصل قرآن وحدیث کی پیروی ہے۔

مسئلہ | جو شخص ایک امام کی پیروی کرتا ہے وہ دوسرے امام کی پیروی نہیں کرسکتا مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ کچھ مسئلوں میں ایک امام کی پیروی کرے اور کچھ مسئلوں پر دوسرے کی بلکہ تمام مسائل میں ایک معیّن امام کی پیروی واجب ہے اور یہ بھی جائز نہیں کہ حنفی شافعی ہوجائے یا شافعی حنفی ہوجائے بلکہ جو آج تک جس امام کا مقلّد رہا ہے آئندہ بھی اسی کی تقلید کرے اور اب تمام علماء کا اتفاق ہے کہ چاروں اماموں کے علاوہ کسی اور امام

ومجتہد کی تقلید جائز نہیں۔ ھٰھُنَا قد تمت العقائد السنّة السنية بفضله تبارك وتعالىٰ ويتلوها كتاب الصلوٰة۔ اس فتوے کے نیچے مندرجہ ذیل حاشیہ بھی درج ہے۔

حاشیہ:- (۱) طحطاویہ در مختار میں ہے، اب اہل سنّت کا گروہ انہیں چاروں (اماموں) کی پیروی پر منحصر ہے، جو ان چار سے باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے (۲) امام شعرانی نے میزان کبریٰ میں امام غزالی و امام الحرمین وغیرہ ائمہ کا قول یوں نقل کیا ہے؟ "ان سب اماموں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تم پر خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے، اگر ان کے مذہب کو چھوڑا تو خدا کے حضور تمہارے لئے کوئی عذر نہ ہوگا"۔ ("قانونِ شریعت" صفحہ ۵۰-۵۱ مولفہ: فقیہ اَجَل مُتکلم اَبَجل حضرت شمس الدین احمد صاحب جعفری رضوی جونپوری دام فیضہ القوی سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ انڈیا۔ پبلشرز۔ فرید بک اسٹال، اردو بازار، لاہور)

اس فتوے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تمام علماء کا اتفاق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے ایک متعین کردہ امام کی جگہ چار ائمہ بھی مقرر کئے جا سکتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام مقرر کرنے کے اختیار کو علماء نے اتفاق رائے سے اپنی طرف منتقل کر لیا۔

کسی ایک امام پر اتفاق کیوں نہیں ہوا؟ پھر تمام علماء کا یہ اجتماع کب ہوا تھا؟ کیا بعد کے لوگ بھی علماء کے اس فیصلے کے پابند ہیں؟ آپ کے پاس اسکی کیا سند ہے؟ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ آج تک کسی ایک مسئلہ میں بھی تمام علماء کا اتفاق نہیں ہوا۔ پھر قرآن مجید کی امامت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کو منسوخ کرنے پر اتفاق کیسے ہو گیا؟

یہ چاروں اماموں کے مذاہب برحق کیسے ثابت ہو گئے؟ پھر آج تک ان مذاہب کے علماء ایک دوسرے کے مذاہب کے علماء پر کفر کے فتوے کیوں لگاتے رہے؟ کعبۃ اللہ میں چار مصلّے کیوں قائم کئے گئے تھے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امّت کو چار امتوں اور چار سنّتوں پر چھوڑا تھا؟ کیا صحابہ کرام سے یہ سب کچھ ثابت ہے؟ صحابہ کرام کس امام کی پیروی کرتے تھے؟ اگر ہم ان کی طرح صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی امام تسلیم کر لیں تو بدعتی، جہنمی کیوں ہوں گے؟

واجب الاتباع امام اماموں نے تو اپنا کوئی الگ مذہب گھڑا نہیں تھا۔ انہوں نے اپنی تقلید کو واجب بھی نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی امامت کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ وہ کرتے بھی کیسے؟ کیا وہ قرآن و حدیث کو نہیں جانتے تھے؟

امام شافعیؒ نے فرمایا: "جب ہمارا قول حدیث کے خلاف ہو تو اسے دیوار سے مار دو۔" (مقدمہ عالمگیری)

امام ابو حنیفہ نے فرمایا: "(۱) چھوڑ دو میرے قول کو حدیث کے سامنے۔ (۲) جب حدیث صحیح (ثابت) ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے (۳) لوگ اس وقت تک بہتری میں رہیں گے جب تک ان میں کوئی حدیث طلب کرنے والا رہے گا (۴) لوگ علم کو بغیر حدیث کے طلب کریں گے تو تباہ ہو جائیں گے (۵) کسی کو حلال نہیں کہ ہمارا قول اختیار کرے جب تک اس کا ماخذ قرآن و حدیث و اجماع صحابہ سے معلوم نہ کرے (۶) لوگوں کی رائے سے مجھے ضعیف حدیث زیادہ محبوب ہے (۷) دین میں رائے سے بچو، سنّت کے تابع رہو اور جو کچھ اس سے باہر ہے گمراہی ہے (۸) بدعت سے بچو، سلف و صالحین کی رسّی مضبوط پکڑو۔" (مقدمہ فتاویٰ عالمگیری، ہدایہ جلد اوّل، شرح وقایہ)

<u>ائمہ کے ان اقوال سے کیا ثابت ہوا؟</u>

(۱) وہ اپنے آپ کو واجب الاتباع امام نہیں سمجھتے تھے (۲) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی واجب الاتباع امام سمجھتے تھے (۳) ان کے پاس احادیث کا مکمل ذخیرہ موجود نہیں تھا (۴) وہ ضعیف احادیث پر بھی فتوے دیتے تھے (۵) ان کے زمانہ میں تمام احادیث صحیح ثابت نہیں ہوئی تھیں (۶) ان کے اکثر فتوے بعد میں صحیح حدیث کے خلاف ثابت ہوئے (۷) اس لئے ان کے اقوال کے مطابق ان فتوؤں کو دیوار پر مار دینا چاہیئے تھا (۸) انہوں نے اپنی تقلید کو واجب نہیں کیا تھا بلکہ سلف و صالحین کے راستہ پر چلنے کی وصیّت کی تھی جو صرف قرآن مجید اور صحیح احادیث ہی کو دین سمجھتے تھے (۹) اب بدعتی جہنمی کون ہے؟ وہ جو ان ائمہ کی وصیّت کے خلاف

ان کے واجب الاتباع امام ہونے کا عقیدہ رکھے اور تقلید شخصی ہی کو دین سمجھے ؟

(١٠) کیونکہ سنّت کے باہر جو کچھ ہے وہ گمراہی ہے (١١) لہٰذا کسی فتوے پر عمل کرنے سے پہلے اس کا ماخذ جان لینا ضروری ہے ورنہ فتوے پر عمل کرنا حرام ہے۔

اگر ان چاروں اماموں کے فتوے قرآن و حدیث کے مطابق ہوتے تو بعد میں صحیح احادیث کے خلاف کیوں ثابت ہوتے ؟ بلکہ ان چاروں اماموں کے فتوؤں میں زبردست اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو چیز ایک کے نزدیک حلال ہے وہی چیز دوسرے کے نزدیک حرام — پھر جب احادیث ثابت ہو گئیں تو ان فتوؤں کی ضرورت ہی کب باقی رہی ؟

(دیکھئے ہماری کتاب "اسلام کی مسخ شدہ شکلیں")

ان چاروں اماموں نے کب اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ تم پر اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے ؟ ان کے شاگردوں نے تو اکثر ان سے اختلاف کیا تھا۔

کیا شیعوں کے کافر کہنے میں اور اہل سنّت کے بدعتی جہنمی کہنے میں کوئی فرق ہے ؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو بدعتیوں کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، وہ کون سے بدعتی ہیں ؟

اب آپ کے سامنے حنفی فقہ کے دو اہم اصول پیش کئے جاتے ہیں جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حنفی علماء کس حد تک قرآن و حدیث کو مانتے ہیں۔

اہلِ سنّت کا نظریہ قرآن و حدیث

امام ابو الحسن کرخی حنفی فقہ کا ایک اصول بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"بے شک اس حدیث کو جو ہمارے اصحاب (یعنی فقہاء حنفیہ) کے خلاف ہوگی، منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے، پھر کوئی دلیل سوچی جائے گی، پھر اس حدیث کو ترجیح دی جائے گی جو حدیث ہمارے اصحاب کی دلیل ہے۔" (اصول کرخی اصول ٢٩)

یہ اصول اسی وقت مرتّب کیا جا سکتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال میں تضاد تسلیم کر لیا جائے اور ظاہر ہے موضوع اور ضعیف احادیث

ہیں اور صحیح اور ثابت شدہ احادیث ہیں تضاد تو ہو گا۔

اس اصول کا مطلب یہ ہوا کہ اگر ان کے امام کا قول ضعیف حدیث کے مطابق ہو گا تو اسی قول کو تسلیم کیا جائے گا اور صحیح حدیث کو کس طرح قیاس یا تاویل کے ذریعہ ٹال دیا جائے گا اور یہ تصور کیا جائے گا کہ ہمارے ائمہ کا قول صحیح حدیث کے خلاف نہیں ہے اور ان کے متعلق ہمارا یہ گمان نہیں کہ ان کو صحیح حدیث نہ پہنچی ہو اور وہ اس لئے کہ ان کا زمانہ صحابۂ کرام سے زیادہ قریب تھا اور اس لئے بھی کہ ان کا علم ہم سے زیادہ وسیع تھا اور پھر غیر فقہی صحابی کی صحیح حدیث کو بھی قبول کرنا واجب نہیں۔

فقہاء حنفیہ کے نزدیک انس بن مالکؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرہ غیر فقہی صحابی ہیں، یعنی اگر ان کی صحیح روایات ان کے فقہاء کے قیاس کے موافق ہوں گی تو ان کو تسلیم کیا جائے گا ورنہ چھوڑ دیا جائیگا گویا ان کا مذہب محض قیاسات اور تاویلات پر مبنی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صاحبین کی رائے کو ماننا اس قدر ضروری سمجھا گیا کہ چند صحابہ کو غیر فقیہ کہہ کر ان کی روایت کردہ احادیث کا انکار کیا گیا گویا دین سازی صرف اللہ تعالیٰ کا کام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو نعوذ باللہ دین کو نامکمل چھوڑ دیا تھا۔ یہ تو ائمہ نے اپنی آراء اور اجتہاد سے اس کو مکمل کیا اور اس کے چار ایڈیشن تیار کئے۔

اگر اس گمان کو صحیح مان لیا جائے کہ امام ابو حنیفہؒ کو تمام احادیث پہنچی تھیں[1] اور ان کے تمام فتوے (پونے تیرہ لاکھ) صحیح احادیث پر مبنی تھے تو سوال یہ ہے کہ وہ تمام احادیث کہاں غائب ہو گئیں؟ فتوے تو موجود ہیں لیکن ان کے دلائل موجود نہیں! افسوس کہ امام صاحب کے شاگردوں نے ان کے اقوال کے تو دفتر کے دفتر محفوظ کر لئے لیکن ان احادیث کو ضائع کر دیا جن کی بنیاد پر یہ فتوے دئے گئے تھے۔

اب امام صاحب کے اس قول کے مطابق (کہ کسی کو حلال نہیں کہ ہمارا قول اختیار کرے جب تک اس کا ماخذ قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ سے معلوم نہ کرے) کیسے

ص[1] محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص۵۷ از تقی الدین ندوی مظاہری۔

اختیار کیا جائے؟ ان کے اقوال کو اختیار کرنا حرام ثابت ہوا یا نہیں؟

الغرض اس اصول کے تحت کوئی صحیح حدیث فقہائے حنفیہ کے خلاف ہو گی تو اس کو رد کر دیا جائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث ہمارے امام کی مدیث کے خلاف ہے جو ہم کو معلوم نہیں یعنی علم ہو جانے کے بعد بھی اس حدیث کو کسی طرح تسلیم نہیں کیا جائے گا (یعنی خلاف صحیح حدیث فتوے کو ہی مانا جائے گا) مثلاً :

۱۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی نیت زبان سے کرتے تھے؟ (نہیں)

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور عورتیں سینہ پر؟ (نہیں)

۳۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن کا مسح پشت کف سے کرتے تھے؟ (نہیں)

۴۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مرد نماز میں الٹے پیر پر بیٹھیں اور عورتیں بطور تورّک الٹے کولھے پر؟ (نہیں بلکہ دونوں کو آخری رکعت میں تورّک کرنا ہوگا)

۵۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ امامت کی چند شرائط میں اگر سب برابر ہوں تو امام اس کو بنایا جائے جس کا سر بڑا ہو اور شرم گاہ چھوٹی ہو؟ (نہیں)

۶۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید لازم ہے؟ (نہیں)

۷۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین منسوخ فرما دیا تھا؟ (نہیں)

۸۔ ایک درہم سے کم نجاست غلیظ اگر کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اس کو دھوئے بغیر نماز ہو جائے گی؟ (ہرگز نہیں)

حنفی مذہب کے یہ تمام مسائل سراسر صحیح احادیث کے خلاف ثابت ہو چکے ہیں (ان میں سے اکثر مسائل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "اسلام کی مسخ شدہ شکلیں")۔

یہ اصول صرف احادیث تک ہی محدود نہیں بلکہ ایک دوسرے اصول کے تحت قرآن مجید کی آیات بھی تسلیم نہیں کی جائیں گی۔ امام ابوالحسن کرخی فرماتے ہیں :۔ " ہر وہ آیت جو ہمارے فقہاء کے قول کے خلاف ہوگی اسے یا تو منسوخ سمجھا جائے گا یا قیاس (اور عقل) کو ترجیح دی جائے گی اور بہتر تو یہی ہے کہ اس آیت کی تاویل کر کے ہمارے فقہاء کے قول کے مطابق کر لیا جائے (اصول کرخی اصول ۲۸)

اس اصول کا مطلب یہ ہوا کہ فقہاء حنفیہ کے اقوال اور فتوؤں کے مقابلے میں قرآن مجید کی کسی آیت کو بھی ہرگز تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی تاویل کر کے اس کے مفہوم کو بدل دیا جائے گا جیسا کہ ان کے مسلک کا ہر صالح شخص امام ہے اور ائمہ سے مراد علماء و مشائخ ہیں " قانون شریعت کے اس فتوے کو دوبارہ دیکھ لیجئے اس میں لکھا ہے " ان اماموں نے اپنی طرف سے کوئی مسئلہ نہیں گھڑا بلکہ قرآن و حدیث کا مطلب صاف صاف بیان کر دیا ہے جو عام آدمیوں بلکہ عام عالموں کی سمجھ میں بھی نہیں آسکتا "۔

اللہ تعالیٰ نے تو لوگوں کے لئے اپنے کلام کو آسان کر دیا ہے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ○ (القمر - ۲۲)

اور ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دین آسان ہے ، ہر کسی کی سمجھ میں آسکتا ہے ، یہ کہتے ہیں اس کو عام عالم بھی نہیں سمجھ سکتا گویا انہوں نے اس آیت کو منسوخ کر دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی جھٹلایا ہے۔ ظاہر ہے جو اپنے علماء کو رب مانتا ہوگا وہ تو انہیں کی مانے گا کیوں کہ وہ اپنے امام کا مقلد ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے احکام کو صحیح احادیث کے ذریعہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے لیکن عوام کو سمجھنے کی ترغیب ہی نہیں دی جاتی بلکہ ان کو یہ کہہ کر روکا جاتا ہے کہ ہر شخص قرآن و حدیث کو سمجھ نہیں سکتا یعنی ہر طرح سے اپنے مذہب و مسلک کے فتوؤں کو ہی قرآن و حدیث ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ چلئے یہ فتوے قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو یہ چاروں مذاہب الگ الگ کیوں ہیں ؟ ان میں حلال و حرام کا فرق کیوں ہے ؟ الغرض جتنے قیاسات اور تاویلیں اتنے ہی فتوے ۔

یہ دونوں اصول قرآن مجید اور احادیث نبوی کو صرف حصول برکت کے لئے رہنے دیتے ہیں ، اطاعت اور اتباع کے لئے نہیں یعنی ائمہ ، فقہاء ، علماء و مشائخ کے اقوال کے مطابق عقائد و اعمال کو بجا لانا واجب ہے ۔ بھلا ایک عام آدمی فتوؤں کی کتابوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے ؟ جو آسان تھا اس کو مشکل کر دیا گیا اور عوام کے لئے دین کو سمجھنے کا راستہ بند کر دیا گیا اور یہ شریعت سازی نہیں تو اور کیا ہے ؟

مفتی کی مذمت

اب آپ کے سامنے چند صحابۂ کرام، تابعین اور ائمہ کے چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں جن سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ان کا اتفاق کس چیز پر تھا اور وہ کس کو اپنا واجب الاتباع امام مانتے تھے؟

(۱) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "جب تم ہم سے کوئی بات قرآن یا حدیث کی پوچھو گے تو ہم بتائیں گے اور نئی باتیں جو تم نے نکال لی ہیں وہ ہماری قدرت سے باہر ہیں۔"

(۲) قتادہؒ مشہور تابعی امام فرماتے ہیں "میں نے تیس برس سے کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہی۔"

(۳) امام ابو ہلال تابعیؒ فرماتے ہیں "میں نے چالیس برس سے کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہی۔"

(۴) حضرت امام عطاءؒ فرماتے ہیں "مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ دنیا میں میری رائے کی فرمانبرداری کی جائے۔" انہی امام عطاءؒ کے متعلق امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا تھا کہ میں نے ان سے بہتر آدمی نہیں دیکھا۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتویٰ دینے سے زیادہ یہ کہتے تھے کہ "میں نہیں جانتا۔"

(۶) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "جو شخص تمام مسئلوں میں فتویٰ دے وہ دیوانہ ہے۔"

(۸) امام شعبی فرماتے ہیں "میں نہیں جانتا" کہنا آدھا علم ہے۔ اگر قیاس کرو گے تو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرو گے۔

(۹) حضرت علیؓ فرماتے ہیں "جب مجھ سے کوئی بات پوچھی جائے جو میں نہیں جانتا تو اس بات میں کلیجہ کے لئے سب سے زیادہ ٹھنڈی بات یہ ہے کہ میں کہوں "اللہ اعلم"۔"

(۱۰) امام شعبیؒ فرماتے ہیں "اگر لوگ حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سنائیں تو اس کو اختیار کر دو اور جو بات اپنی رائے سے بتائیں تو اس کو پاخانے میں ڈال دو۔"

(۱۱) امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں "میں تجھ سے حدیثِ رسول بیان کرتا ہوں اور تو یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں یہ کہتے ہیں۔ اب تجھ سے بات نہ کروں گا۔"

(۱۲) حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں "میں حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اس میں قرآن

کے ساتھ اشارے کرتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھ سے زیادہ قرآن جانتے تھے ۔

(۱۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :" جس کو فتویٰ دینے پر زیادہ جرأت ہے اس کو دوزخ پر زیادہ جرأت ہے ۔" (ماخذ : دارمی شریف بحوالہ "تلاش حق ۔")

علماء کی گواہی اب چند نامور علماء کی بھی سن لیجئے تاکہ علماء کے اتفاق کا بھانڈا بھرے چوک پر جاکر پھوٹے :-

(۱) امام فخر الدین رازی کے شیخ فرماتے ہیں :-
میں نے مقلد فقہاء کی ایک جماعت کا مشاہدہ کیا ۔ میں نے بعض مسائل کے سلسلے میں ان کو قرآن مجید کی بہت سی آیتیں پڑھ کر سنائیں ، ان کے مذاہب ان آیات کے خلاف تھے ، ان لوگوں نے ان آیات کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور تعجب اور حیرانی سے میری طرف دیکھتے رہے ، جس کا مطلب (ان کے نزدیک) یہ تھا کہ ان آیات کے ظاہری معنوں پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے حالانکہ ہمارے سلف کا قول ان کے خلاف واقع ہوا ہے ۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۴۳۶ تفسیر سورۃ التوبۃ فی تفسیر الآیۃ "اتخذوا احبارھم ورھبانھم")

(۲) علامہ عبد الرحمٰن المعروف بہ ابوشامہ دمشقی تحریر فرماتے ہیں :-
" تقلید کی پرستش کا چرچا اس زور و شور سے ہو چکا ہے اور تقلید پرست اس قدر ضدی واقع ہوئے ہیں کہ اپنے اماموں کے فتووں اور فقہی روایتوں کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن وحدیث کے قطعی دلائل کو غیر معقول اور لچر تاویلوں سے رد کرنے کی زور و شور سے کوشش کرنے لگ جاتے ہیں (نتائج التقلید مصنفہ محمد اشرف سندھو بلوکی صفحہ ۶۶ بحوالہ التحقیق المکمل صفحہ ۱۸ فی ترجمۃ المؤمل مطبوعہ نامی پریس ، دہلی)

(۳) شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں :-
" اور در حقیقت اگر مقلدین مذہب غور کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ تقلید کی اس بلاء نے انہیں اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ وہ ہر فقیہ کے قول کو حدیث کے مقابلہ میں پیش

کرتے ہیں اور فقیہ کے قول کو حدیث پر ترجیح دیتے ہیں گویا کہ انہوں نے علماء کو پیغمبری کے درجہ پر پہنچا دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے درجہ پر۔" (فتاویٰ عزیزی ج اول ص ۱۲۶)

(۴) علامہ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں :۔

"متعصب مقلد اپنے امام کی پیروی کرتا ہے باوجود اس کے کہ اس کے امام کا مذہب دلائل سے بہت دور ہوتا ہے، گویا وہ امام نبی ہے جو اس کی طرف بھیجا گیا ہے۔ یہ چیز حق و صواب سے بہت دور ہے۔ اسے کوئی اہل عقل پسند نہیں کرے گا" (عقد الجید مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸)

(۵) الشیخ عزالدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں :۔

"نہایت تعجب کی بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے ہر ایک کو اپنے امام کی دلیل کی کمزوری کا علم ہوتا ہے اور اس کمزوری کو دور کرنے والا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا، تاہم وہ اپنے امام کی تقلید پر جما رہتا ہے اور اس شخص کی بات کو مسترد کر دیتا ہے جس کی بات قرآن و حدیث اور قیاس صحیح سے ثابت ہوتی ہے۔ وہ تقلید جامد پر اصرار کرتا ہے اور کتاب و سنت کے واضح دلائل کو رد کرنے کے حیلے تلاش کرتا ہے اور بعید اور باطل تاویلیں کرکے اپنے امام کی حمایت کرتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مصری ملتزم الطبع والنشر دار الکتب الحدیثیۃ بالقاہرۃ جلد اوّل ص ۳۲۷)

(۶) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کیا خوب فرماتے ہیں :۔

اگر یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو "علماء سوء" (کو دیکھ لو) جو دنیا کے طالب، سلف کی تقلید کے خوگر، کتاب و سنت سے روگردانی کرنے والے، کسی ایک عالم کے (قیاس، اجتہاد اور) استحسان کو مستند سمجھنے والے، شارع معصوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث سے بے نیاز اور گھڑی ہوئی احادیث اور بگاڑ پیدا کرنے والی کتابوں کو پیشوا بنانے والے ہیں، ان کا نظارہ کرو گویا یہ وہی ہیں (فوز الکبیر باب اول فصل اوّل)

(۷) مولوی عبدالحیؒ صاحب لکھنوی تقلید کا گلہ و شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

حنفیہ کی ایک جماعت سخت تعصب میں مبتلاء ہے اور کتب فتاویٰ میں جو مسائل لکھے ہوئے ہیں ان پر سختی سے کاربند ہے اور اگر ان لوگوں کو کوئی صحیح حدیث یا صریح اثر مل جاتا ہے جو ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو امام صاحب ضرور اس کے مطابق فتویٰ دیتے اور اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہ کرتے لیکن یہ ان کا جہل ہے۔ (النافع الکبیر صـــ۱۳۵)

(۸) اشرف علی تھانوی صاحب باوجود مقلد ہونے کے اعتراف کرتے ہیں :-

" بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء و مصیب وجوباً و مفروض الاطاعت تصور کرکے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح، مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل و خلل حدیث میں پیدا کرکے یا اس کی تاویل بعید کرکے حدیث کو رد کر دیں گے اور قولِ امام کو نہ چھوڑیں گے (فتاویٰ امدادیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی جلد ۴ صـــ۹۰)

بہتانِ عظیم الغرض، اہلِ سنت کا نظریۂ امامت باطل ہے۔ شیعوں کی دیکھا دیکھی ہمارے اکثر علماء بھی اس مرض میں مبتلا ہوگئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیعوں کے نظریہ امامت میں کچھ تراش خراش کرکے اُس کو اپنا لیا گیا اور امت کو گمراہی کے مختلف راستوں پر ڈال دیا گیا۔

ایک طرف بارہ اماموں کا نظریہ ہے اور دوسری طرف چار اماموں کا نظریہ ہے۔ وہاں ائمہ معصوم ہیں اور یہاں ہر فتویٰ قرآن و حدیث بنا ہوا ہے۔ اگر تمام اماموں نے اپنے شاگردوں سے یہی کہا ہے۔" تم پر خاص اپنے امام کے مذہب کا پابند رہنا واجب ہے، اگر ان کے مذہب کو چھوڑا تو خدا کے حضور تمہارے لئے کوئی عذر نہ ہوگا۔" تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ ان اماموں نے یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہی ہے گویا ان پر وحی بھی نازل ہوتی تھی اور وحی صرف معصوم پر نازل ہوتی ہے گویا کہ وہ معصوم بھی تھے۔

اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں مذاہب کو منظور فرمالیا ہے

اور انہوں نے جو امامت کا دعویٰ کیا تھا اس کو بھی تسلیم کر لیا ہے اور یہاں صرف اسی بات پر چاروں اماموں کا اتفاق ہوا اور اتفاق نہیں ہوا تو قرآن و حدیث اور شریعت پر نہیں ہوا۔ گویا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

یہ تمام باتیں اماموں کے نام پر بہتانِ عظیم ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ بارہ سو سال سے آج تک جو فتوے گھڑے گئے وہ سب ان کے کھاتوں میں جمع کئے جا رہے ہیں۔ حنفی عالم کا فتویٰ حنفی کہلاتا ہے اور شافعی عالم کا فتویٰ شافعی کہلاتا ہے اور اسی لئے امام ابوحنیفہؒ کے کھاتے میں پونے تیرہ لاکھ فتوے جمع ہو چکے ہیں اور یہ اعداد و شمار بہت پرانے ہیں۔

محمد صدیق میمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ہمارا امام صرف ایک
یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

امام سے مراد وہ امام نہیں جو نماز پڑھاتا ہو، امام سے مراد وہ امام نہیں جو کسی فن میں مہارت رکھنے کی وجہ سے اُس فن میں امام کہلاتا ہو۔ امام سے مراد وہ امام نہیں جو امیر یا حکمراں ہو۔ امام سے مراد وہ امام بھی نہیں جو کسی نیکی میں پہل کرنے کی وجہ سے دوسروں کے لئے پیش رو بن جائے۔ بلکہ

امام سے مراد وہ امام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے منصبِ امامت پر سرفراز فرمایا ہو۔ جس کا ہر حکم واجب الاتباع ہو، جس کا ہر فقرہ ضابطۂ حیات ہو، جس کا ہر فعل مشعلِ ہدایت ہو، جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہو، جس کی امامت عارضی نہ ہو بلکہ قیامت تک کے لئے دائمی ہو، جو معصوم ہو، جس سے دینی بات میں غلطی کا صدور ناممکن ہو، جس کی ہر دینی بات وحی ہو۔ اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے اس کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہے۔ ارشادِ باری ہے :-

(۱) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (نساء - ۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی۔

رسول خود اپنی اطاعت نہیں کراتا بلکہ اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے حکم سے کی جاتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (نساء ۔ ۶۴) — کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

کیونکہ اطاعت (جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں) صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہذا بغیر اس کے حکم یا اجازت کے کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم یا اجازت کے دوسرے کی اطاعت کرتا ہے تو گویا اس نے اس دوسرے شخص کو اطاعت میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اپنے کسی بندے کی اطاعت کو انسانوں پر فرض قرار دے دے۔ اگر بندے خود کسی کو اطاعت کے لئے منتخب کرلیں تو گویا وہ خود الٰہ بن بیٹھے، اللہ تعالیٰ کے حق رسالت پر خود قابض ہو گئے اور یہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۳) اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (انعام ۔ ۱۲۴) — اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔

لہذا وہ جس کسی کو رسالت عطا فرماتا ہے اُسے بنی نوع انسان کا امام و مُطاع بنا دیتا ہے۔ امام بنانا لوگوں کا کام نہیں۔ جو لوگ رسول کے علاوہ دوسروں کو اپنا مُطاع اور امام بنالیں، پھر انہی کی اطاعت کریں، انہی کے فتووں کو سند آخر سمجھیں وہ شرک فی الرسالت کے مرتکب ہوں گے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۴) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (آل عمران ۔ ۳۱) — (اے رسول) کہہ دیجئے، اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (میری پیروی کرو گے تو) اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، اللہ معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت ملتی ہے۔ ارشاد باری ہے :۔

(۵) وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا (النور ۵۴) — اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔

(۶) وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (اعراف ۱۵۸) — رسول کی پیروی کرو تاکہ تمہیں ہدایت مل جائے۔

کیا اللہ کی طرف سے ایسی سندیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کے حق میں بھی وارد ہوئی ہیں؟ اگر نہیں تو بے سند شخص کیسے امام ہو سکتا ہے؟ کیسے اس کی اطاعت اور پیروی سے ہدایت مل سکتی ہے۔

رسول ہی وہ ہستی ہے جو اپنے منصب کے لحاظ سے اس بات کا حقدار ہے کہ وہ مُنزّل من اللہ شریعت کی تشریح و توضیح کر سکے، کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ تشریح و توضیح کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

⑦ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (النحل - ۴۴)

(اے رسول) ہم نے یہ شریعت آپ پر (اس لئے) نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے لئے نازل شدہ باتوں کی تشریح کر دیں اور لوگ (اپنی نجات کے متعلق) سوچ سکیں۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی ہر بات وحی الٰہی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

⑧ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○ (النجم - ۳ و ۴)

رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا، وہ جو کچھ کہتا ہے وحی ہوتی ہے۔

انسانوں میں رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کا فیصلہ مل جانے کے بعد کسی مومن کو اختیار باقی نہیں رہتا کہ وہ اس معاملہ میں خود کوئی رائے دے یا کسی دوسرے کی رائے لے بلکہ مومن کو رسول کے فیصلہ ہی پر عمل کرنا ہوگا اور بس۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

⑨ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ○ (احزاب - ۳۶)

مومن مرد اور عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب اللہ اور رسول کسی معاملہ میں فیصلہ صادر فرما دیں تو پھر بھی انہیں اس معاملہ میں کسی قسم کا اختیار باقی رہے (کہ اس فیصلے کے مطابق کریں یا نہ کریں) اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔

کیا یہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور انسان کو دیا گیا ہے، اگر نہیں دیا گیا تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے؟

کسی مومن کو اختیار نہیں کہ رسول کا فیصلہ سننے کے بعد کوئی اور بات کہے سوائے اس کے کہ "میں نے سنا اور میں اطاعت کروں گا"۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

⑩ اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (النور - ۵۱)

جب مومنین کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور اس کا رسول اُن کے درمیان فیصلہ کریں تو اُن کا قول سوائے اس کے اور کچھ نہ ہونا چاہیئے کہ "ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی"۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

کیا یہ منصب بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے کسی اور کو عطا ہوا ہے؟ یقیناً نہیں۔ اور جب یہ منصب کسی کو عطا نہیں ہوا تو پھر وہ واجب الاتباع کیسے ہو سکتا ہے، وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کی پیروی نہ کرنا میدان محشر میں باعث حسرت و ندامت ہوگا۔ اللہ تعالےٰ عزّ و جلّ ارشاد فرماتا ہے:۔

⑪ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ

روزِ حشر گنہگار اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے

يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ کا اے کاش میں نے رسول کی پیروی کی ہوتی۔

(فرقان - ۲۷)

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا، جو تقیہ نہیں کرتا، جو بے خوف و خطر حق کو بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

⑫ اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ يَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (احزاب - ۳۹)

جو لوگ اللہ کی رسالت کو پہنچاتے ہیں اور اللہ ہی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے (وہی آپ کے لئے نمونہ ہیں)

بھلا جو لوگ غیر اللہ سے ڈرتے ہوں، تقیہ کرتے ہوں، تقیہ کر کے حق کو چھپاتے ہوں وہ کیسے معصوم ہو سکتے ہیں؟ ان کی ہر بات کیسے حق ہو سکتی ہے؟ وہ کیسے امام ہو سکتے ہیں؟ امام تو در حقیقت وہی ہو سکتا ہے جو بے خوف و خطر اللہ کے احکام کی تبلیغ کرے اور کسی ملامت کرنے والے، طعنہ دینے والے کی پرواہ نہ کرے بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج دے کہ تم سب مل کر جو کچھ میرے خلاف کرنا چاہتے ہو کر گزرو اور مجھے ذرا سی بھی مہلت نہ دو۔

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں :-

⑬ اَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ (یونس - ۷۱)

تم اپنے تمام شرکاء کو جمع کرو پھر (میرے خلاف) جو کچھ کرنا چاہو سب مل کر اس کا فیصلہ کرو، تمہاری تدبیر کا کوئی گوشہ تم سے مخفی نہ رہ جائے پھر میرے خلاف (جو چاہو) کر گزرو اور مجھے (ذرا سی بھی) مہلت نہ دو۔

اس حکم الٰہی کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کو چیلنج دے دیا اور کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کیا۔

جن علماء کو لوگوں نے خود امام بنا لیا ہے اور ان کی اطاعت کو واجب قرار دے لیا ہے اُن کے ایمان کے ثبوت میں بھی ان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں۔ ہم صرف ان کے ظاہری عقائد و اعمال کی بناء پر حسنِ ظن رکھتے ہیں کہ وہ مومن ہیں۔ لیکن ان کے مومن ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کی تمام باتیں سو فیصدی صحیح ہوں گی؟ ان کی زبان سے سوائے حق کے اور کچھ نہیں نکلے گا، ان سے اجتہادی غلطی نہیں ہوگی۔ وہ تقیہ نہیں کریں گے۔ خوف و مصلحت کی خاطر حق کو نہیں چھپائیں گے، نہ ہمارے پاس ان کے متعلق وحیِ الٰہی کی ایسی کوئی سند ہے نہ خود ان اماموں کے پاس وحیِ الٰہی کی ایسی کوئی سند ہے نہ اُن کے پاس وحی آتی ہے کہ ان کو غلطی سے بچائے تو پھر بتلایئے کہ ایسی صورت میں وہ امام کیسے ہو سکتے ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

⑭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (محمد - ۳۳)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔

آیت بالا سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اطاعت رسول پر ہے۔
تمام اعمال حسنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہ کئے جائیں باطل ہیں۔ کیا یہ حیثیت بھی کسی اور کو حاصل ہے؟ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۵) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (آل عمران - ۱۶۴)

یقیناً اللہ نے مومنین پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو اُن کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے، اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

کیا ایسی سند اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی اور کو حاصل ہے؟ کیا کسی دوسرے کی اتباع سے تزکیہ نفس ہونا یقینی ہے؟ کیا کسی اور شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس نے کتاب و حکمت کا جو مفہوم بتایا ہے وہ یقیناً صحیح ہے؟ اگر نہیں تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۶) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء - ۵۹)

اگر تم لوگوں میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

کیا آپس کے اختلافات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ بھی کوئی اور آخری سند مقرر کیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۷) اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ (نساء ۱۰۵)

(اے رسول!) ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان (اس طرح) فیصلہ کریں جس طرح اللہ آپ کو بتائے۔

کیا کسی اور کے فیصلے بھی اللہ کی رہنمائی میں صادر ہوتے ہیں؟ اگر نہیں تو ان کی بات کیسے سند ہو سکتی ہے؟

رسول ہی کی وہ ذات گرامی ہے جس کی ہر بات حق ہے، جو معصوم ہے، جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہتا۔ ارشاد باری ہے:-

(۱۸) اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ (النمل - ۷۹) (اے رسول) بیشک آپ درخشاں حق پر قائم ہیں۔

کیا اللہ کی طرف سے یہ سند کسی اور کو ملی ہے؟ اگر نہیں ملی تو وہ امام کیسے ہو سکتا ہے؟
امام تو وہی ہو سکتا ہے جس کی ہر بات حق ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور چند اور رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱۹) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ (الانبیاء - ۷۳)

ہم نے ان رسولوں کو امام بنایا تھا، وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے کی وحی کی تھی۔

اس آیت کے بعد بھی اللہ تعالےٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے امام بنائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ امام بنانا اللہ تعالےٰ کا حق ہے۔ امام صرف رسول ہی ہوتے ہیں۔ رسول کے علاوہ اگر کسی دوسرے کو امام بنایا جائے تو یہ شرک فی الامامت ہے رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کو اپنے تمام اختلافات میں حَکم ماننا اور اُس کے فیصلہ کو بلا چون وچرا تسلیم کرنا حقیقی ایمان ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے:۔

(۲۰) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (النساء – ۶۵)

(اے رسولؐ) آپ کے رب کی قسم لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حَکم نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کریں اُس سے کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ اُس کو برضا و رغبت تسلیم کر لیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام اختلافات میں رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری سند ہیں جو لوگ اپنے معاملات میں کسی غیر نبی کو سند مانتے ہیں، اُس کے قول و فعل کو بلا چون و چرا اور بے دلیل تسلیم کرتے ہیں وہ گویا اس کو نبی کا درجہ دے دیتے ہیں۔ آیتِ بالا کی رو سے ایسے لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

رسول ہی کی وہ ہستی ہے جس کے قول و فعل کی مخالفت کرنا فتنۂ عظیم اور عذابِ الیم کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

(۲۱) فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (النور – ۶۳)

ان لوگوں کو جو رسول کے قول و فعل کے خلاف چلتے ہیں ڈرتے رہنا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا ہو جائیں یا ان پر کوئی دردناک عذاب نازل ہو جائے۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ صرف ایک ہی ایسی ہستی ہے جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، جس کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ جس کا طریقہ واجب الاتباع ہے۔ جس کی ہدایات وحی ہے، جو خود ہدایت پر ہے اور ہدایت کی طرف دعوت دیتا ہے، جس کی اطاعت و اتباع سے ہدایت ملتی ہے۔ جس کی پیروی سے ولایت ملتی ہے جس کے پاس ان تمام باتوں کے لئے وحی الٰہی کی سند ہے اور وہ ہستی صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ تو پھر بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی اطاعت سے، کسی اور کو آخری سند یا امام بنانے سے سوائے نقصان کے اور کیا مل سکتا ہے؟ یہ نقصان دو قسم کا ہو گا۔ ایک شرک فی الرسالت یا شرک فی الامامت کا، دوسرا فرقہ بندی کا۔

اس کتاب کو مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

(۱) تلاشِ حق (۲) ذہن پرستی اور (۳) ہمارا امام صرف ایک۔ از سید مسعود احمد صاحبؒ سابق امیر جماعت المسلمین